بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن،

وَبَعْدُ:

11-شرح العقیدۃ الواسطیۃ

العقیدۃ الواسطیۃ الشیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح ابن عثیمین رحمہ اللہ۔

اور پچھلے درس میں ہم نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے تعلق سے چند ابتدائی باتیں کی تھیں اور چند مباحث اور اصولی باتیں جو شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں اُن کا آغاز کیا تھا اور ہم رُکے تھے المبحث السادس پر (چھٹے مبحث پر)، شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ):

"المبحث السادس: أن العقل لا مدخل له في باب الأسماء والصفات" (کہ اسماء وصفات کے باب میں عقل کا کوئی مدخل نہیں ہے (یعنی کوئی دخل نہیں ہے))۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں، کیونکہ اسماء وصفات کو جو مدار ہے اثبات کا یا نفی کا وہ سمع پر قائم ہے، یعنی نصوص پر (سمع کہتے ہیں "علي أدلة السمع" یعنی قرآن اور سنت پر)۔ ہماری عقلیں جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں کر سکتیں ہر گز نہیں کر سکتیں تو اصل بنیاد جو ہے اسماء وصفات کے باب میں وہ سمع ہے عقل نہیں ہے (یعنی قرآن اور سنت نصوص ہیں)۔

اَشعری، معتزلہ اور جہمیوں کے خلاف اہل تعطیل میں سے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کرنے یا نفی کرنے کا جو دار و مدار ہے وہ عقل پر ہی قائم کر رکھا ہے۔

کہتے ہیں: جس چیز کو عقل نے ثابت کیا ہم اس کو ثابت کرتے ہیں چاہے اللہ تعالیٰ اسے ثابت کرے یا نہ کرے اپنے لیے، اور عقل نے نفی کی ہے جس چیز کی ہم اس کی نفی کر دیتے ہیں چاہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے لیے ثابت ہی کیوں نہ کرے، اور جس چیز کی عقل نہ اثبات کرے نہ نفی کرے (یعنی دو حصوں میں بٹ گئے اب) اگر کسی چیز کی نفی یا اثبات دونوں کے بیچ میں ہو تب کیا کیا جائے؟ تو زیادہ تر جو یہ لوگ ہیں معطلہ میں سے (انکار کرنے والوں میں سے) انہوں نے بھی نفی کر دی ہے وہ کہتے ہیں، کیونکہ عقل کی جو دلالت ہے وہ پوزیٹو (Positive) ہے ایجابی ہے اگر وہ واجب کر دیتا ہے کسی صفت کو تو ہم اسے مان لیں گے اسے ثابت کر دیں گے اور اگر عقل اسے واجب نہیں کرتی تو ہم اس کی نفی کر دیں گے۔

اور دوسرا گروہ جو ہے ان میں اس نے توقف سے کام لیا ہے (بڑی مہربانی کی ہے توقف سے کام لیا ہے)، اسے ثابت اس لیے نہیں کرتے کیونکہ عقل اسے ثابت نہیں کرتی اور اس کا انکار بھی نہیں کرتے کیونکہ عقل بھی اس کا انکار نہیں کرتی۔ تو ان لوگوں نے توقف سے کام لیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ عقل کی دلالت سلبی ہے (Negative ہے یعنی اس کا وجود ہی نہیں ہے) اور اگر نہیں موجود تو پھر خاموشی سے کام لینا بہتر ہے۔ تو ان لوگوں نے اپنی بنیاد بنالی کہ عقل کو ہی آگے کرنا ہے اور حاکم بنالینا ہے، جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے ناجائز یا واجب یا ممتنع ہے (نعوذ باللہ)۔

اللہ کے لیے کیا واجب ہے کیا واجب نہیں ہے (دیکھیں نعوذ باللہ رسائی دیکھیں ان لوگوں کی!) عقل کی پریز (Praise) کرتے کرتے اتنی عقل پرستی کر بیٹھے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے کیا ناجائز ہے وہ عقل پر تولتے ہیں اور پھر کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے یہ ناجائز ہے! (إنا للہ وإنا إلیہ راجعون)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، تو اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جس چیز کو عقل مان لے اس سے متقاوی ہو جائے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے تو اللہ تعالیٰ کا وصف اس بنیاد پر کرتے ہیں اگرچہ کتاب اور سنت میں اس کی دلیل نہ ملے، اور جسے عقل نفی کر دے اس کو یہ نفی کر دیتے ہیں چاہے کتاب اور سنت میں اس کی دلیل موجود ہی کیوں نہ ہو۔

اس سے یہ بات ثابت آتی ہے نا؟!

اس لیے یہ لوگ کہتے ہیں (جو معطلہ ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی آنکھ نہیں، کوئی چہرہ نہیں، کوئی ہاتھ نہیں، نہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، نہ اللہ تعالیٰ السماء الدنیا پر نازل ہوتا ہے۔اور تحریف سے کام لیتے ہیں اور اس تحریف کو تاویل کا نام دیتے ہیں کیونکہ اگر وہ انکار سے کام لیں گے تو وہ کفر کر بیٹھیں گے اور حقیقتاً یہ انکار ہی کرتے ہیں اور تحریف ہی کرتے ہیں لیکن اسے تاویل کا نام دے دیتے ہیں۔

حاصل یہ ہے: "کہ عقل (اور قاعدہ بھی یہی ہے) کا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے باب میں کوئی دخل ہے ہی نہیں"۔ یہ تو بات ہمیں سمجھ آگئی ہے کہاں سے سمجھ آگئی ہے؟ کہ معطلہ نے انکار کرنے والوں نے عقل پرستی کرتے ہوئے جب عقل کو بنیاد بنالیا اور نصوص سے آگے چلے گئے تو پھر ٹھوکریں ہی کھائی ہیں ہمیشہ تو اس سے پتہ چلا کہ عقل کی رسائی وہاں تک ہو ہی نہیں سکتی۔انسان خود مسکین ہے حقیر ہے فقیر ہے کمزور ہے بہت ساری چیزیں جو ہیں انسان خود اپنی عقل سے اس کا ادراک نہیں کر سکتا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ادراک یہ عقل نہیں کر سکتی۔

یہ تو سمجھ آگئی ہے (ان لوگوں کی حالت کو دیکھا کافی ہے) لیکن ایک اشکال وارد ہوتا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں، اگر آپ یہ کہیں کہ تمہارا یہ قول جو ہے قرآن مجید سے ٹکراتا ہے کہ عقل کا کوئی دخل ہی نہیں ہے (ہم تو یہ قاعدہ پڑھ رہے ہیں نا)، شیخ صاحب ایک سوال کرتے ہیں، ایک فرضی سوال ہے لیکن حقیقت میں یہ بات ذہن میں آتی ہے جب ایسی باتیں ہوتی ہیں کیونکہ جو عقل کو آگے کرنے والے ہیں تو یہ ان کے شبہات اور اشکالات ہیں تو شیخ صاحب خود یعنی ایک انداز بیان ہے خوبصورت کہ کوئی اشکال باقی اور کوئی ابہام نہ رہے۔"فإن قلت: قولك هذا يناقض القرآن" اگر آپ یہ کہیں کہ آپ کا یہ قول جو ہے عقل کے تعلق سے کہ عقل کا کوئی تعلق نہیں ہے اسماء وصفات کے باب میں تو قرآن مجید سے ٹکراتا ہے، تناقض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا﴾إلى آخر الآية(المائدۃ:50)

"والتفضيل بين شيء وآخر مرجعه إلى العقل" اور دو چیزوں کی تفضیل کرنا عقل کی بنیاد پر ہوتا ہے کہ نہیں؟ عقل ہی پر ہوتا ہے نا۔تو اللہ تعالیٰ ہمیں یہاں پر عقل کی طرف اشارہ دے رہے ہیں اور عقل کا استعمال کرنے کا اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دے رہے ہیں (بیان فرمارہے ہیں)۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ (النحل:60) (اور اللہ تعالیٰ کی ہی بلند مثال ہے)، اور یہاں پر بھی انسان عقل سے سوچ کر ہی اسے ثابت کر سکتا ہے۔

اور تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (النحل:17) اور اس میں بھی عقل کو دلیل بنایا گیا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں، اس طریقے سے اور بھی چیزیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ عقل کی طرف معاملے کو لوٹا دیتا ہے کہ عقل پر اس معاملے کو اچھی طرح تولو پھر اس کے بارے میں سوچو۔

اس کا جواب شیخ صاحب فرماتے ہیں "فالجواب أن نقول" عقل جو ہے وہ ادراک کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے واجب ہے اور ممتنع ہے اجمالی طور پر تفصیلی طور پر نہیں (یعنی عقل کا دخل اس معاملے میں کس حد تک ہے، ظاہر ہے اگر انسان کی عقل نہیں تو غیر مکلف ہے)۔

تو کیا شریعت نے عقل کی مکمل نفی کی ہے؟ بالکل نہیں کیونکہ یہ تو ہمیں دلائل ملتے ہیں۔ دوسری طرف کیا عقل کو اتنی طاقت دی ہے کہ شریعت کے نصوص سے آگے چلی جائے؟! یہ بھی نہیں ہے۔ پھر معاملہ کہاں پر ہے؟ اس کے بیچ میں ہے۔

تو اسماء وصفات کے باب میں عقل کا دخل کہاں تک ہے عقل کا دار ومدار کس حد تک ہے کہ اجمالی طور پر تو عقل کام کر سکتی ہے تفصیلی طور پر ناممکن ہے وہ کیسے؟

بڑی پیاری بات ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں، اس کی مثال دیکھ لیں عقل یہ ادراک تو کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہونی چاہیئں ربّ کریم کی صفات ہونی چاہیئں (صفات کاملہ جو ہیں) لیکن اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ ہر صفت جو ہے جب تک عقل اسے قبول نہیں کرے گی یا نفی نہیں کرے گی ہم اسے نہ ثابت کر سکتے ہیں اللہ کے لیے اور نہ اس کی نفی کر سکتے ہیں۔ عقل یہ تو مانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں کیونکہ کوئی بھی ذات جو موجودات میں ہے کوئی بھی ذات بغیر صفات کے ممکن نہیں ہے، ہر ذات کی پہچان اس کی صفات سے ہے ہر ذات قائم اپنی صفات سے ہوتی ہے (ایک تو یہ بات ہے)۔

اور عقل اس حد تک شریعت بھی اجازت دیتی ہے اگر یہ نہیں مانے گا تو پھر انسان ہے پاگل کیونکہ یہ باتیں ان ہی لوگوں پر واپس لوٹ کر آتی ہیں۔ بڑے خوبصورت آگے آپ دیکھیں گے ایسے قاعدے ہیں اسماء وصفات کے باب میں کہ ان کی عقل ہی یعنی اکھڑ چکی ہے اپنی جگہ سے جب وہ سامنے رکھ دیئے ان کے، ان ہی کی عقل کے ان ہی کے قول ان ہی ترازو پر تول کر باتیں جب ان کے سامنے رکھی گئی ہیں تو ہل گئے ہیں! (سبحان اللہ)۔

تو عقل کا ادراک کس حد تک ہے؟ عمومی طور پر اجمالی طور پر کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہونے چاہیئں لیکن اس تفصیل کہ جب تک عقل نہیں مانے گی میں یہ صفت نہیں مانوں گا اللہ تعالیٰ کے لیے اگرچہ اللہ تعالیٰ ثابت کیوں نہ کرے قرآن و سنت میں، یا جس کو عقل نہ مانے میں بھی نہیں مانوں گا اگرچہ قرآن و سنت میں اس کی دلیل موجود ہو، اس کی گنجائش نہیں ہے۔

اور دونوں میں فرق واضح ہے کہ نہیں؟ ایک اجمالی طور پر اور ایک تفصیلی طور پر۔ تفصیلی کیا ہے؟ کہ فلان صفت ہے اب عقل نہیں مانتی تو میں نے چھوڑ دی ہے، فلان صفت ہے عقل مانتی ہے اس کی دلیل نہیں اس کو میں نے مان لیا ہے (یہ تفصیل ہے اس کی اجازت نہیں ہے)۔

اب مثال دیکھیں شیخ صاحب فرماتے ہیں، "**فمثلاً**" عقل یہ ادراک کرتی ہے کہ ربّ کریم جو ہے سمیع اور بصیر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانی ﴿يَٰٓأَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ﴾ إلى آخر الآیۃ (مریم:42)۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے والد ہم جانتے ہیں مشرک تھے اور بڑی پیاری آیات ہیں! دیکھیں ایک بیٹا جس کے دل میں ایک درد ہے تکلیف ہے اپنے باپ کو دیکھ کر کہ شرک پر مرے گا تو کیا ہوگا! اس کا دنیا بھی گئی آخرت بھی گئی ہمیشہ کی ناکامی ہے! تو کافی تکلیفیں تھیں، والد کو بار بار سمجھاتے تھے اور عقلی دلیل بھی دی ہے کلہاڑی لے کر ان کو توڑ دیا جو بُت تھے پھر کلہاڑی جو ہے اس بڑے بُت کے کندھے پر رکھ دی ہے۔ جب کہا کس نے کیا ہے؟ دیکھیں اس نے کیا ہے، یعنی جس اوزار سے ان کو توڑا گیا ہے وہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے وہ تو اسی کے کندھے پر رکھی ہے (سبحان اللہ)۔ عقلی دلیل سے بھی اُن کو سمجھ نہیں آئی آخر میں دیکھیں ایک گفتگو اپنے والد سے کرتے ہوئے بڑی پیاری بات شروع کی:

﴿يَآبَتِ﴾ کوئی سختی نہیں ہے(اے میرے پیارے والد!(دیکھیں نرمی دیکھیں﴿يَآبَتِ﴾))۔﴿لِمَ تَعۡبُدُ﴾

(آپ کیوں عبادت کرتے ہیں)۔کس کی؟﴿مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ﴾(جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے)۔

تو جو سنتا نہیں جو دیکھتا نہیں وہ نقص ہے عقل بھی مانتی ہے،اب یہ عقلی دلیل سے اپنے والد کو سمجھا رہے ہیں۔دیکھیں ایمان تو نہیں ہے کہ کوئی شرعی دلیل پیش کریں ناکافر تو نہیں مانتا نا!آپ قرآن کی آیت پڑھیں کون مانے گا؟!اللہ تعالی سمیع اور بصیر ہے کافرمان لے گا؟!وہ تو پہلے سے نہیں مانتا۔اچھا عقل سے پکڑتے ہیں اب،اب جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے کیا اس کی عبادت کرنی چاہیے؟!آپ پکارتے ہو وہ سنتا نہیں آپ کچھ مانگتے ہو اس کے سامنے کھڑے ہو کر وہ دیکھتا نہیں تو اس قابل ہے کوئی؟!قابل تو ہے نہیں بالکل۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں،تو عقل بھی مانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ربّ کریم سمیع اور بصیر ہونا چاہیے۔

دوسری مثال"ولابد أن يكون خالقاً" (یہ بھی لازمی ہے کہ اللہ تعالیٰ ربّ کریم جو ہے کیونکہ ربّ ہے وہ خالق بھی ہونا چاہیے(ورنہ ربّ کیسے کہلائے گا))۔ربّ تو خالق مالک ہی کو کہتے ہیں نا تو عقل بھی یہ مانتی ہے کہ جو ربّ کریم ہے وہ خالق بھی ہونا چاہیے اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿أَفَمَن يَخۡلُقُ كَمَن لَّا يَخۡلُقُ﴾(النحل:17)(کیا جو پیدا کرتا ہے اور جو پیدا نہیں کرتا برابر ہیں کیا؟)۔تو انسان کس چیز پر تول کر بتائے گا برابر ہیں کہ نہیں؟عقلی بات ہے نا عقل کی بات ہے۔اور سورۃ النحل کی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿وَالَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخۡلُقُونَ شَيۡـًٔا﴾(النحل:20)(اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں دوسروں کو وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے(کچھ پیدا نہیں کرتے وہ))۔

تو سوال کیا ہے؟پھر ان کو پکارتے کیوں ہیں؟اُن کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو اس قابل ہی نہیں ہیں؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)،عقل یہ ادراک کرتی ہے اور یہ بھی ادراک کرتی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جو ہے عدم کے بعد وجود میں نہیں آیا کیونکہ اللہ ہمیشہ سے موجود ہے یہ نہیں کہ پہلے عدم تھا اللہ تعالیٰ پھر وجود میں

آیا ہے، تو عقل یہ نہیں مانتی ممتنع ہے کیونکہ نقص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾(النحل:20)۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾(اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں (یعنی بُتوں کو، غیر اللہ کو)) ﴿لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا﴾(کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے)﴿وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾(بلکہ اُن کو پیدا کیا جاتا ہے)۔

تو عقل کی بنیاد پر بھی عقل یہ مانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ ہمیشہ سے ہے نا کہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے، یہ ممتنع ہے اللہ تعالیٰ کے لیے۔

اگلی مثال دیکھیں شیخ صاحب فرماتے ہیں (اب شیخ صاحب یہ بتا رہے ہیں کہ عقلی طور پر کچھ ایسی چیزیں جو ہیں اجمالی طور پر ہم اللہ تعالیٰ کے لیے بیان کر سکتے ہیں) عقل یہ بھی ادراک کرتی ہے کہ جو بھی نقص کی صفت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ممکن نہیں ہے ممنوع ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ممتنع ہے کیونکہ ربّ کریم سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ کامل ہے اور عقل جو ہے اس کا ادراک کرتی ہے، اور یہ بھی ادراک کرتی ہے عقل کہ اللہ تعالیٰ عاجز نہیں ہے، اور یہ بھی ادراک کرتی ہے کیونکہ عجز نقص ہے اور اگر اللہ تعالیٰ عاجز ہو قادر نہ ہو، اور کوئی گناہ کرے نافرمانی کرے اور اللہ اسے سزا نہ دے سکے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے لیے درست نہیں ہے جائز نہیں ہے۔ تو عقل اس کا ادراک بھی کرتی ہے کہ عجز کی صفت سے اللہ تعالیٰ کو موصوف نہیں کیا جا سکتا وصف نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اسی طریقے سے اندھا جو ہے اندھا پن " العمی "، " والصم " اور بولنے کی نہ طاقت رکھنا (یا گونگا جو ہے) اور جہالت جو ہے یہ ساری چیزیں جو ہیں خود عقل ان کی نفی کرتی ہے۔

یعنی پہلی چند مثالیں بعض ایسی صفات کی جو مثبت ہیں سمع ہے بصر ہے خلق ہے تو عقل ان کو مانتی ہے اور بعض ایسی صفات جو صفات النقص ہیں ایک اعتبار سے جیسا کہ دیکھنے کی طاقت نہ رکھنا، بولنے کی طاقت نہ رکھنا، جہالت وغیرہ یہ ساری چیزیں کیا ہیں؟ یا عاجز ہونا غیر قادر ہونا یہ ساری صفات النقص ہیں۔ تو عقل یہ بھی مانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ صفات جو ہیں اس طریقے سے جائز نہیں ہیں۔

اسی طریقے سے اس عموم کی بنیاد پر ہم اس کا ادراک کرتے ہیں لیکن تفصیل کی جب بات آتی ہے تو تفصیل کے لیے دلیل کا ہونا لازمی ہے۔ جب تفصیل کے لیے آپ کوئی بھی صفت اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا چاہتے ہیں پھر اس کے لیے عقل کی دلیل کام نہیں آئے گی بلکہ اس کے لیے شریعت قرآن اور سنت کی دلیل ہونا لازمی ہے۔

پھر شیخ صاحب ایک اور سوال کرتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کہ جو بھی ہم مخلوق میں جو کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی کیا وہی کمال ہے؟ اور جو نقص ہمارے اندر پایا جاتا ہے مخلوق میں کیا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے نقص ہوگا؟

عقل کا کیا تقاضا ہے جب ہم کمال اور نقص کی بات کرتے ہیں تو کیا یہ قاعدہ اس میں فٹ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے جو مخلوق (یعنی ہمارے لیے) کے لیے جو چیز کمال ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں اللہ کے لیے بھی صفت ہم عقل کے اوپر تول کر یہ کہہ دیں کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ہے کیونکہ یہ کمال کی صفات ہے مخلوق میں؟ جو مخلوق کی صفت نقص ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہم اسے ثابت کر سکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ سے اس کی نفی کر سکتے ہیں کیونکہ یہ مخلوق میں جو صفت نقص ہے کیا اس اعتبار سے کیا جا سکتا ہے؟

اس کا جواب شیخ صاحب فرماتے ہیں، نہیں ہر گز نہیں! کیونکہ قیاس کیونکہ جو اصل ترازو ہے مقیاس ہے کمال اور نقص کا وہ جڑا ہوا ہے کہ کس چیز سے نسبت کی جارہی ہے خالق سے یا مخلوق سے اضافہ نسبت کس کی طرف ہے، انسان کی طرف ہماری طرف جو مخلوق ہے یا خالق کی طرف۔ اور جو صفت کا اعتبار ہے جو کہ صفت ہے تو ہر صفت کمال جو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے اگر آپ اس نسبت کو نکال دیں خالق کی یا مخلوق کی طرف ہے اس نسبت کے علاوہ اس نسبت کی سیرت تو جائز نہیں لیکن اگر صفت ہے اور صفت کمال ہے ہمیشہ خالق مخلوق کی طرف اسے نہ رجوع کریں لیکن صفت کمال ہے ہر صفت کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے ہر صفت کا ایک قاعدہ ہے ہر صفت کمال نسبت کو چھوڑ کر کہ مخلوق کی طرف ہے یا خالق کی طرف نسبت ہے اس کی، اگر انسان کی طرف نسبت ہے تب تو غلط ہے (ابھی مثال سے بات آگے واضح ہوگی) لیکن اگر صفت کمال ہے ہمیشہ کے لیے تو وہ اللہ تعالیٰ کے وہ صفت کمال کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔

اب مثال دیکھیں، جب ہم نسبت کر دیتے ہیں صفت کی جوڑ دیتے ہیں مخلوق کے ساتھ تو دیکھیں کس طریقے سے یہ فرق واضح ہو جاتا ہے:

"کھانا اور پینا" خالق کے لیے نقص ہے مخلوق کے لیے کمال ہے کہ نہیں؟ کھانا اور پینا مخلوق کے لیے کیا ہے؟ یعنی جو کھا پی نہیں سکتا ہم اسے کیا کہتے ہیں؟ مریض، بیمار۔ مریض جو ہے وہ کامل ہے یا ناقص ہے؟ ناقص ہے۔ تو کھانا پینا مخلوق کے اعتبار سے صفت کمال ہے لیکن خالق کے اعتبار سے؟ مخلوق کے لیے کیوں کمال ہے خالق کے لیے کیوں نقص ہے؟ کیونکہ یہ محتاجی ہے انسان کھانے پینے کا محتاج ہے اللہ نے اسے ایسے ہی پیدا کیا ہے کیونکہ محتاج ہے۔ اپنے وجود کا محتاج ہے، اپنے جسم کی غذا کے لیے محتاج ہے، اپنی سانس لینے کے لیے آکسیجن کا محتاج ہے، ہر اعتبار سے انسان مخلوق ہے مسکین ہے حقیر ہے فقیر ہے محتاج ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ خالق ہے مالک ہے رازق ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے غنی ہے بے پرواہ ہے الصمد ہے۔

تو کھانے اور پینے کی صفت مخلوق کے لیے کمال ہے اس لیے اگر یہ قاعدہ ہو کہ ہر وہ صفت جو مخلوق کے لیے کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کر سکتے ہیں؟ نہیں کر سکتے نا۔ کھانا پینا سب سے آپ کے سامنے آسان مثال ہے۔

اگلی مثال دیکھیں شیخ صاحب فرماتے ہیں، سونا (نیند) صفت ہے، خالق کے لیے ﴿لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ (البقرۃ:255) نفی کر دی ہے۔ کیوں؟ کیونکہ صفتِ کیا ہے؟ نقص ہے۔ مخلوق کمال ہے کہ نقص ہے؟ جو نہیں سوتا وہ بیمار ہوتا ہے نا وہ بے چارا ڈھونڈتا ہے دوائی کے لیے کہ کوئی دوائی دو تاکہ میں سو جاؤں۔

فرق ظاہر ہوا کہ نہیں واضح ہے نا۔

تکبر کو دیکھ لیں آپ خالق کے لیے کمال ہے "المتکبر" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے، مخلوق کے لیے نقص ہے (سبحان اللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اصل بات یہ ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جو مخلوق کے لیے کمال ہے لازم نہیں ہے کہ خالق کے لیے ہو، جو مخلوق کے لیے نقص ہے وہ جو خالق کے لیے کمال ہے وہ مخلوق کے نقص بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

یہ چھ مباحث ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں" ما وصف به نفسه" جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے وصف بیان فرمائے ہیں اُس اعتبار سے اور بہت اہم ہیں، اس عقیدے کی ابتداء میں ہم نے یہ چھ قاعدے یا چھ مباحث بیان کیے ہیں تاکہ جو آگے آئے گا ان شاءاللہ اس میں سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔

اگلا جملہ جو ہے" وبما وصفه به رسوله صلي الله عليه وآله وسلم"۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں" وبما وصفه به رسوله صلي الله عليه وآله وسلم"۔((اور ہمارا ایمان ہے اللہ کی صفات پر وہ صفات جن کو اللہ تعالیٰ نے خود وصف بیان فرمایا ہے قرآن مجید میں، یہ پہلا جملہ تھا ابھی تک اس کی شرح ہوئی ہے)،اور اس کے ساتھ ساتھ اور پر وہ صفت جسے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے)۔

" وبما وصفه به رسوله صلي الله عليه وآله وسلم"اس جملے کے تعلق سے شیخ ابن عثیمین (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں،اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو وصف بیان فرمایا ہے اپنے ربّ کا جل شانہ کا اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) قول سے۔(۲) فعل سے۔(۳)اقرار سے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کی صفات کو بیان فرمایا ہے تو دلائل کتنی قسم کے ہیں احادیث؟ تین قسم کے ہیں، یا تو قول ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا، یا فعل ہے، یا اقرار ہے، آیئے دیکھتے ہیں تینوں دلائل۔

1- قول کی دلیل اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ساری احادیث میں ہے میں چند کا یہاں پر ذکر کرتا ہوں:

۱-پہلی حدیث،اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں" رَبُّنَا اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالأَرْضِ"(اسے احمد اور ابوداود نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث ہے)۔

تو اس میں شاہد کیا ہے؟" رَبُّنَا اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ"۔اللہ تعالیٰ کہاں ہے حدیث میں کیا ہے؟" فِي السَّمَاءِ"(آسمان پر ہے)۔

۲-دوسری دلیل، ”لَا ومُقَلِّبِ القُلُوبِ“(صحیح بخاری کی حدیث میں)۔ یہ بھی قول ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

”يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ“ یہ بھی قول ہے۔ جتنی بھی دعائیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا ذکر ہے یہ سب کیا ہیں؟ اقوال ہیں قولی دلیلیں۔

2-فعل کی دلیل:

۱-اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقعے پر حدیث کے آخر میں کیا فرماتے ہیں خطبے کے آخر میں؟”أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ؟“،” قالوا: نعم ثلاث مرات“ (تین مرتبہ)” قَالَ: اللَّهُمَّ أشهَد“ (اللہ تعالیٰ گواہ رہنا(اور اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے تھے))۔

انگلی آسمان کی طرف اٹھانا کیا ہے؟ فعل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ آسمان پر ہے عرش پر ہے۔ تو یہ فعلی دلیل ہے آسمان کی طرف اشارہ کرنا۔

(اور یہ حدیث جو ہے صحیح مسلم کی روایت میں موجود ہے)۔

۲-جمعے کے دن (دوسری دلیل اس اعتبار سے کہ فعلی دلیل جو ہے) معروف قصہ ہے کہ بہت قحط ہو چکا تھا اور بارش رُک گئی تھی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعے کا خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا اور عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارا مال جو ہے وہ ہلاک ہو گیا ہے پانی کی قلت ہے بڑی پریشانی ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہیں۔(کس طرف اٹھاتے ہیں؟ آسمان کی طرف۔ تو ہاتھ اٹھانا کیا ہے یہ؟ دلیل ہے کس چیز کی؟ کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے آسمانوں پر ہے)، اور پھر دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یعنی راوی کہتا ہے حدیث کا، ہم نے دیکھا آسمان کی طرف کوئی بادل نہیں تھا ابھی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نہیں اُترے اِلا یہ کہ یعنی خطبے کے دوران ہی بارش برسی۔ اِدھر اُدھر سے بادل پتہ نہیں کہاں سے آئے اور بارش برسی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک تر ہو گئی اور یہ بارش پورا ہفتہ رہی یہاں تک کہ اگلے ہفتے

پھر ایک روایت میں آیا ہے کہ یہی شخص آتا ہے (دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک اور اعرابی آتا ہے) اور عرض کرتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارا مال اب ہلاک ہو رہا ہے بارش بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا" (کہ ہمارے ارد گرد یعنی بادلوں کو بھیج دے)۔ "وَلَا عَلَيْنَا" یعنی ہمارا معاملہ جو ہے کافی ہو گیا ہے (سبحان اللہ)۔

تو شاہد کیا ہے اس حدیث میں؟ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے۔

اور علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں اللہ ہر جگہ موجود ہے تو دعا کرتے ہوئے ہاتھ نیچے کرتے دیکھا ہے کبھی کسی نے کہ ہاتھ نیچے کیے ہوئے ہیں دعا کرتے ہوئے؟!

تو کہتے ہیں چلو یہ بھی عملی دلیل ہے فعلی دلیل ہے، جب آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو کبھی ہاتھ اُلٹے کر کے نیچے بھی کر کے دعا مانگ لیا کرو نا زمین کی طرف یوں! کرتے ہیں، یا دائیں بائیں کرتے ہیں؟! اوپر کیوں ہاتھ اٹھتا ہے؟ فطرت، کیونکہ اُن کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہی ہے لیکن شیطان نے اپنا کام کر دکھایا ہے اور کہا ہر جگہ موجود ہے تو اس کے پیچھے لگ کر کہتے ہیں اللہ ہر جگہ موجود ہے (نعوذ باللہ)۔

اگلی دلیل جس میں قول اور فعل دونوں دلیلیں ہیں (سبحان اللہ)۔ ابھی قول کی دلیل آئی ہے، فعل کی، اب تیسری دلیل دیکھیں کہ قول اور فعل دونوں ہیں۔

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کریمہ کو تلاوت فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ (النساء:58) "فَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلَى أُذُنِهِ الْيُمْنَى، وَالَّتِي تَلِيهَا عَلَى عَيْنِهِ" اور یوں فرمایا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾، ﴿سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ کیا؟ سمیع اور بصیر تو اشارہ کس کی طرف ہے؟ اب قول بھی ہے اور فعل بھی ہے کہ مقصد کیا ہے؟

یہ نہیں کہ انسان جیسی آنکھ اور انسان کان ہے، نہیں! ہر گز نہیں! یہ مطلب نہیں ہے تشبیہ نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سننا اور دیکھنا حقیقتاً جیسا کہ انسان سنتا اور دیکھتا ہے حقیقت کے اعتبار سے۔ یہ معنی نہیں ہے کہ سننے کی کوئی اور تاویل

کر دیں یا اس کی تحریف کر دیں، یا دیکھنے کی اور تحریف کر دیں، نہیں! جیسا کہ سننے کی حقیقت ہے انسان سنتا ہے اور دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی حقیقتاً سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے مطلب یہ ہے۔

تو ابھی تک کیا ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کی صفات کے تعلق سے احادیث میں جو آیا ہے؟ قول، فعل اور دونوں۔ تیسرا کیارہ گیا؟

3-اقرار کرنا۔

ا-معروف حدیث ہے کون سی اقرار کی؟ الجاریہ والی حدیث، صحیح مسلم کی حدیث میں جب ایک صحابی نے (سیدنا معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ نے) غصے میں آکر ایک لونڈی کو تھپڑ مار دیا پھر ندامت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اسے آزاد کرنا چاہتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لونڈی کو بلایا اور ایک سوال کیا "أَيْنَ اللهُ؟" (اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟)۔ اس نے کیا جواب دیا؟ "فِي السَّمَاءِ"۔ ایک روایت میں اشارہ بھی آیا ہے اور دوسری روایت میں اس کمسن لڑکی نے کیا کہا؟ "فِي السَّمَاءِ" (اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے)۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ" (اسے آزاد کردو یہ مومنہ ہے)۔

شاہد کہاں ہے اس حدیث میں؟ اقرار کیا ہے۔

دوسرا سوال کیا تھا؟ "(مَنْ أَنَا؟)، أَنْتَ رَسُولُ اللهِ" ۔ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے یہ عقیدہ ہے صحیح ہے اور میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں یہ بھی اس کو یقین ہے اقرار کر چکی ہے یہ تو مومنہ ہے، اور اسے آزاد کر دو۔ (تو "فِي السَّمَاءِ" لونڈی کہتی ہے کمسن لڑکی کہتی ہے، اقرار اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے ہیں)۔

تو اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کہاں ہے ہم کیا کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے آسمان پر ہے۔ جب دلائل بیان کرتے ہیں ان میں سے یہ دلیل لے کر آتے ہیں کہ نہیں اہل سنت والجماعت کے علماء جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے؟ قول نہیں ہے یہ یہ کون سی دلیل ہے؟ ہے تو حدیث لیکن کس قسم کی حدیث ہے؟ اقرار والی حدیث ہے (بارک اللہ فیک)۔

۲-اس کی اور مثال اقرار کی (یہ صحیح بخاری، مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے) کہ ایک یہودی ایک حَبر آتا ہے (عالم آتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتا ہے یہ یہودی جو ہے "ہم یہ دیکھتے ہیں یعنی تورات میں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمین کو ایک انگلی پر، مٹی کو ایک انگلی پر (اِلی آخر الحدیث)"، تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے۔ مسکرانا کس چیز کی دلیل ہے کہ صحیح کہہ رہا ہے کہ غلط کہہ رہا ہے؟ اقرار ہے۔ تو یہ بھی اقرار کی دوسری دلیل ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، اس کی دلیل کیا ہے جب ہم کہتے ہیں ہمارا ایمان ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ کی ہر اس صفت پر جسے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے؟ (قرآن مجید تو اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے پتہ چل گیا ہے اللہ تعالیٰ خود بہتر جانتا ہے اپنے بارے میں تو قرآن تو دلیل ہے حدیث کی دلیل کیا ہے کہ ہم مانیں؟ (سبحان اللہ))،

شیخ صاحب فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ﴾ اِلی آخر الآیۃ (النساء:136)۔ ہر وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہیں پیغام پہنچانے والے ہیں واضح دلیل ہے کہ نہیں؟ کہ جو حدیث صحیح ثابت ہو جائے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسے ماننا چاہیے کہ نہیں؟ کیونکہ یہ پیغام (حدیث پیغام ہے) کس کی طرف سے ہے؟ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہے۔ تو قرآن بھی وحی ہے اور یہ حدیث بھی جو پیغمبر پر اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام نازل کیا ہے چاہے قرآن میں ہو چاہے قرآن مجید کے علاوہ ہو (حدیث میں ہو) تو کیوں نہیں ماننا چاہیے پھر؟

جب ہیں پیغمبر اور پیغمبر پیغام لے کر آتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو پھر وحی میں کوئی فرق نہیں ہے اس اعتبار سے کہ وحی ہے نہ قرآن نہ سنت میں، دونوں وحی ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات ہیں۔

تو پہلی دلیل یہ ہے کہ جس آیت میں اللہ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول کہا گیا ہے وہی واضح دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہیں اور رسول پیغمبر کو کہتے ہیں، پیغمبر پیغام لے کر آتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس پیغام کو ماننا چاہیے۔ اور اس میں اسماء وصفات بھی شامل ہیں کہ نہیں؟ وہ بھی شامل ہیں۔

اور یہ دلالت کرتی ہے" على وجوب قبول ما أخبر به من صفات الله" تو واجب ہے کہ اُن احادیث کو بھی قبول کرنا جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے اور لوگوں تک پہنچائی ہے، اور جو بھی خبر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہوتا ہے (پہلی بات یہ ہے)۔

اب دوسری بات دیکھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "أعلم الناس بالله" (سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق سے (کون ہیں ؟) اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں) " أنصح الناس لعباد الله" (سب سے زیادہ نصیحت کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے بندوں کو (کون ہیں ؟) اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں) " وأصدق الناس " (سب سے زیادہ سچے کون ہیں ؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں) "وأفصح الناس في التعبير " (سب سے زیادہ فصاحت کرنے والے کون ہیں تعبیر بیان کرتے ہوئے ؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں)۔ چار چیزیں جمع ہوئی ہیں انہیں کہتے ہیں صفات القبول۔

صفات القبول چار ہیں، کسی کی بات کو ماننا قبول کرنے کے لیے جس میں چار صفات پائی جائیں اس کی بات کو کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا اسے کہتے ہیں صفات القبول (۱) علم۔ (۲) نصیحت۔ (۳) سچائی۔ (۴) فصاحت۔

علم اور أعلم میں فرق ہے، نصیحت اور أنصح (سب سے بڑی نصیحت کرنے والے) میں فرق ہے، صدق اور أصدق میں فرق ہے (سچا اور سب سے بڑا سچا)، فصیح اور أفصح میں فرق ہے۔

اگر صرف علم (یہ قاعدہ ہے یاد رکھیں کسی کی بات کو قبول کرنے کا) ہو کوئی شخص علم سے بات کرے، نصیحت کرنے والا ہو اور معروف ہو اس میں، سچا بھی ہو اور فصیح بھی ہو جو بات کرنا چاہتا ہے وہ اچھے طریقے سے تعبیر کرنے والا بیان کرنے والا بھی ہو تو اس کی بات کو قبول کرنا چاہیے سننے والے پر واجب ہے اب، نہیں کرے گا تو اس کی عقل میں خرابی ہے، یا ہٹ دھرم ہے (یہ عمومی طور پر)، اگر صیغ التفضیل میں کر دیا جائے تو کیا کہنے !

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ شیخ صاحب فرماتے ہیں "أعلم الناس، وأنصح الناس، وأصدق الناس، وأفصح الناس"۔

تو اس سے یہ ثابت ہوا "فيجب علينا أن نقبل كل ما أخبر به عن ربه (سبحانه وتعالي) "(تو پھر واجب ہے کہ نہیں کہ جو بھی خبر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اس خبر کو من وعن سے تسلیم کرنا چاہیے)" وهو - والله - أفصح وأنصح وأعلم " (شیخ صاحب قسم کھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ فصیح ہیں نصیحت کرنے والے ہیں اور علم والے ہیں)"من أولئك القوم الذين تبعهم هؤلاء من المناطقة والفلاسفة"((دوسری طرف، ایک تو عام بات ہے) دوسرے جو انکار کرنے والے ہیں فلاسفہ اور مناطقہ (اہل فلسفہ اور منطق اور عقل پرست جو ہیں) اب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ جو چار صفات رکھی جائیں ان کا کیا بچتا ہے باقی؟! (سبحان اللہ))۔

تو دوسری طرف دیکھیں جو یہ سب انکار کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا اگر اس حقیقت کو سامنے رکھ دیں صرف یہ جو چار صفات ہیں اور رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے، ایک تو رسول ہیں جتنی آیات میں اس کا ذکر ہے یہ دلیل ہے کیونکہ رسول پیغام لے کر آتا ہے اور یہ جو رسول خود ہے جس پر پیغام اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے وہ ان چار صفات القبول سے متصف ہے اور سب سے بلند اور أعلیٰ درجے پر فائز ہے کیونکہ بات علم کی، أعلم کی ہو چکی ہے نا دنیا کا کوئی عالم لے کر آئیں آپ شریعت کا چاہے صحابی کیوں نہ ہو اس کا علم دیکھیں اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم دیکھیں کوئی ہے تناسب آپس میں؟ سوال نہیں پیدا ہوتا (سبحان اللہ)۔

تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اسماء وصفات کے بات میں جو بھی حدیث ہو اسے من وعن سے تسلیم کرنا چاہیے۔

تین دلائل ہو گئے ہیں اب ذرا غور سے سنیں:

1-ایک تو قرآن مجید میں جتنی بھی آیات ہیں جن میں ذکر ہے رسالت کا (رسول ہیں نا) پیغام ہے اور اس پیغام میں یہ بھی شامل ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات۔

2-صفات القبول چاروں سے متصف ہے اُعلی طریقے سے۔

3-انکار کرنے والے عقل پرست جو ہیں وہ علم کے اعتبار سے دیکھیں نصیحت کے اعتبار سے دیکھیں، فصاحت کے اعتبار سے دیکھیں اور جو صفات القبول چار ہیں وہ سب سے پیچھے ہیں۔ نہیں؟! (سبحان اللہ)۔

تو زیادہ حق رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ان کی پیروی کی جائے ان کی اتباع کی جائے، نا کہ اِن لوگوں کی پیروی کی جائے اتباع کی جائے یا تقلید کی جائے جو بغیر دلیل کے بات کرتے ہیں اور جو ان چاروں صفات القبول سے محروم ہیں۔

اتنا کافی ہے آج کے درس میں ان شاءاللہ اگلے درس میں اگلے جملے پر بات کریں گے "من غیر تحریف" یہاں پر پہنچے ہیں ہم ان شاءاللہ (اللہ اُعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (11. العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔